OPEN ACCESS
MA'ARIF-E-ISLAMI (AOIU)
ISSN (Print): 1992-8556
ISSN (Online): 2664-0171
https://mei.aiou.edu.pk

موجودہ دور میں سائنسی علوم کے تناظر میں قرآنی تفسیر

Quranic Exegesis in the Light of Contemporary Scientific Perspectives

عبدالماجد
پی ایچ ڈی ریسرچ سکالر، شعبہ علوم اسلامیہ و مطالعہ مذہب ہزارہ، یونیورسٹی مانسہرہ، پاکستان
ڈاکٹر سید محمد از کیاء ہاشمی
پروفیسر/ چیئرمین شعبہ علوم اسلامیہ و مطالعہ مذہب، ہزارہ یونیورسٹی مانسہرہ ، پاکستان

ABSTRACT

There exists mainly two viewpoints pertaining to exegesis of the holy Quran. According to one viewpoint Quranic exegesis (*Tafseer*) can be done in the light of modern disciplines of Knowledge including modern science. The other viewpoints does not endorse the Quranic exegesis in modern perspectives. The current paper will explore the viewpoint that whether the Quranic exegesis is permissible and appropriate in the light of modern scientific and intellectual thoughts. Unde this viewpoint few scholars will be quoted to see the critical point of interpreting cosmological verses in the light of modern scientific data.Scientific and intellectual knowledge is only possible due to intellect or *aql,* so importance of intellect and intellectual arguments is elaborated to authenticate the viewpoint. The holy Quran contains about 750 verses alluding to the phenomena of nature which are scattering in the heavens and the earth. All these phenomena are deemed as signs of Almighty Creator as they are His creation.The Quran considers phenomena of nature in afaq – o- anfus as cosmological signs (ayat) as it says to its verses as signs. Both verbal & non-verbal (Physical) signs are given the same importance in the holy Quran. So explaining those ayat in the light of modern science is nothing but the main purpose of the Quran as the holy Quran was not only for the previous generations but for all generations to satisfy them. That satisfaction can be achieved only in the language of modern man and in the context of modern science which can quench the thirst of modern mind. Luckily all those signs and themes are present in the Quran. Now just need to be expressed in the light of modern sciences which is main theme of the current paper.

Key words : Exegesis , Tafakkur -Reflection, Quran, Comprehensive Book, Intellectual Exercise, Scientific Arguments, Scientific Exeges.

تفسیر کا مفہوم

تفسیر سے مراد وہ علم ہے جس سے قرآن کے معانی و مطالب سمجھے جائیں اور اس کی آیات اور الفاظ کے وہ معانی دریافت کئے جا سکیں جو ایک عام قاری کی نظر میں فوری طور پر نہ آسکیں، اس سے نئے نئے احکام نکالے جا سکیں اور نئ

پیش آنے والی صور تحال پر قرآنِ مجید کے الفاظ و آیات کو منطبق کیا جاسکے۔ چونکہ قرآن عظیم میں ہر دور کے انسانوں کے لئے رہنمائی ہے اس لئے ہر دور کے اہلِ علم کا یہ فرض ہے کہ وہ اپنے اپنے دور کے انسانوں کے لئے اس کتاب کی تعبیر و تفسیر کا فریضہ انجام دیں۔ حقیقت یہ ہے کہ قرآن مجید معانی و مطالب اور حقائق و معارف کا ایک ایسا لا متناعی سمندر ہے جس کے معنی اور مطالب کی کوئی حد ہے اور نہ اس کے حقائق و معارف کی کوئی انتہا۔ اسی لئے تو حضور ﷺ نے فرمایا ''اس کتاب کے عجائبات کبھی ختم نہیں ہوں گے اور یہ بار بار پڑھنے کے باوجود پرانی نہیں ہو گی'' (۱)۔ یہ ایک واضح بات ہے کہ جو کتاب پرانی ہو جاتی ہے اس کے معانی و مطالب بھی پرانے ہو جاتے ہیں، جس کتاب کے معانی و مطالب زندہ اور تر و تازہ ہوں وہی کتاب زندہ رہتی ہے۔ جو گلستاں زندہ و تابندہ ہو، جس کے گلہائے رنگ رنگ زندہ و تر و تازہ ہوں اسی گلستاں سے روزانہ نئے نئے گلدستے سج سج کر نکلتے ہیں اور قرآن تو وہ کتاب ہے جو ہمیشہ زندہ رہے گی۔

اس کتاب کی حکمت توازل سے ابد تک جاری ہے اس لئے ہر نئی آنے والی صور تحال میں قرآنِ مجید کے احکام کو اس پر منطبق کرنے کی ضرورت پیش آتی ہے۔ ہر نئے سوال کا جواب دینے کے لئے قرآن مجید کی آیات کی تعبیر و تفسیر کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ جب تک عقلِ انسانی کام کرے گی نئے نئے سوالات و نکات اور افکار جنم لیں گے اور انسان کا فکری و علمی ارتقاء جاری رہے گا اس وقت تک قرآن انسانوں کی علمی و فکری راہنمائی کرتا رہے گا اور اس حوالے سے قرآن کبھی پرانا یا out dated نہیں ہو گا۔

عصری علوم کے تناظر میں قرآنی تفسیر، اسلامی مفکّرین کی نظر میں

قرآن حکیم تمام علوم کا بنیادی ماخذ و منبع ہے۔ ان علوم میں سے ایک علم کائنات اور اس کے اندر موجود اشیاء کا بھی ہے جس کو علوم الکون اور علم الاشیاء کہا جاتا ہے۔ جدید اصطلاح میں کائنات اور اس میں موجود تمام اشیاء اور مظاہر (Phenomena) کے مطالعہ کا نام سائنس ہے۔ قرآن حکیم اپنی آیاتِ بینات میں جہاں دوسرے علوم کی تحصیل کی دعوت دیتا ہے وہیں وہ کائنات اور اس کے اندر موجود مختلف اشیاء اور احوال کے مطالعہ اور غور و فکر کی پر زور ترغیب دیتا ہے اور ایسے لوگوں کو صاحب عقل اور بصیرت (اولوالالباب) کہتا ہے جو زمین و آسمان کی تخلیق میں غور و فکر کرتے ہیں۔ گویا قرآن اپنی کئی آیات میں مختلف انداز میں سائنس کے مطالعہ کی ترغیب و تشویق دیتا ہے۔ قرآن حکیم اپنی ایک ہزار سے زیادہ آیات میں کائنات اور اس میں موجود اشیاء اور مظاہر فطرت کے مطالعہ کی طرف توجہ دلاتا ہے۔ قرآن حکیم جیسے اپنے تشریعی احکام کو آیات کہتا ہے ایسے ہی وہ کائنات اور اس کے اندر موجود تمام اشیاء و مظاہر کو آیات کہتا ہے۔ جیسے وہ اپنی شریعت کے احکام پر مشتمل آیات (تشریعی آیات) پر تدبر و تفکر کو مومنین کی صفت قرار دیتا ہے ایسے ہی وہ کائنات کے اندر پھیلی ہوئی تمام اشیاء اور مظاہر کو (تکوینی) آیات قرار دے

کر ان میں غور و فکر کو صاحب عقل و بصیرت لوگوں کی بنیادی علامت قرار دیتا ہے اور ان دونوں قسم کی آیات کو اپنی نشانیاں قرار دے کر ان سے تذکیر و تنبیہ اور عبرت و نصیحت حاصل کرنے کا مطالبہ کرتا ہے۔ قرآن حکیم کی اسی دعوت تفکّر و تعقّل کی وجہ سے متعدد اسلامی مفکّرین نے جدید علوم کی روشنی میں قرآنی آیات کی تفسیر کو مستحسن قرار دیا ہے جن میں چند مفکّرین کی رائے کاآئندہ صفحات میں ذکر کیا جائے گا۔

علامہ زرقانی کی رائے: علامہ زرقانی کے مطابق "قرآن نے کائنات کی نشانیوں کے بارے میں اظہارِ خیال کے لئے جو اسلوب اختیار کیا ہے وہ بہترین اسلوب ہے اس میں بیک وقت تفصیل بھی پائی جاتی ہے اور اجمال بھی، وہ ہر نسل اور قبیل کے انسانوں کو مخاطب کرتا ہے، ان کے سامنے پوری وضاحت کے ساتھ ہدایت اور اس کے دلائل واضح کرتا ہے اور جو کچھ بیان کرتا ہے لوگ اپنی صلاحیتوں، دستیاب وسائل اور علوم و فنون کے مطابق کم و بیش اس کی جزئیات و تفاصیل اور دقائق سے واقفیت حاصل کرتے ہیں"۔[۲]

امام غزالی کا نقطہ نظر: امام غزالی کا خیال ہے کہ قرآن تمام علوم کا جامع ہے، فرماتے ہیں: "غور و فکر کرنے والے جن چیزوں کے سمجھنے میں دشواری محسوس کریں اور لوگ جن نظریات اور معقولات میں اختلاف کریں۔ ان کے سلسلہ میں قرآن میں رموز و اشارات موجود ہین جنھیں صرف اہلِ دانش ہی سمجھ سکتے ہیں۔ قرآن تمام علوم کا جامع ہے"، اس کی تائید حضرت ابن مسعود کے اس قول سے ہوتی ہے "من اراد علم الاوّلین و الآخرین فلیتدبّر القرآن" (جو شخص پہلوں اور پچھلوں کے تمام علوم حاصل کرنا چاہتا ہے اسے قرآن میں تدبّر کرنا چاہیے۔[۳]

اسی طرح امام غزالی اپنی کتاب "الجواھر" میں فرماتے ہیں:

"طب، نجوم، ہیّت، تشریح الاعضاء، سحر، طلسمات اور دوسرے علوم ان سب کی طرف اشارہ قرآن کی صرف اس آیت سے ملتا ہے۔ ﴿وَ اِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ﴾[۴] (اور جب بیمار ہو جاتا ہوں تو وہی مجھے شفا دیتا ہے) اس سے اشارہ ملتا ہے اس علم کی طرف جس میں اسبابِ مرض اور وسائلِ شفا بیان کئے گئے ہوں۔ اسی طرح ارشاد باری ﴿اَلشَّمْسُ وَ الْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ﴾[۵] (سورج اور چاند ایک حساب کے پابند ہیں) سے علم ہیّت (یعنی فلکیات) اور آسمان و زمین کی بناوٹ کی طرف اشارہ ملتا ہے" (٦)۔

قرآن میں علم کائنات و فلکیات اور امام رازی کا نقطہ نظر: امام رازی نے اپنی تفسیر میں ایسے لوگوں کے اعتراضات کے جواب دیئے ہیں جو اس وقت کے عصری علوم اور علم ھیئت و نجوم کے حوالے سے امام موصوف پر اعتراض کرتے ہیں۔ امام رازی لکھتے ہیں "کچھ جاہل اور احمق میرے پاس آکر کہتے ہیں کہ آپ نے کتاب اللہ کی تفسیر میں علم ہیئت و نجوم کا ذکر بہ کثرت کیا ہے اور یہ خلافِ عادت ہے" (٧)۔ اس کے جواب میں وہ فرماتے ہیں کہ "اگر

معترض اللہ کی کتاب کو بغور پڑھے تو اس پر خود اس اعتراض کی خرابی اور لغویت اچھی طرح واضح ہو جائے گی'' (۸) ۔پھر انہوں نے اس کا جواب کئی حیثیتوں سے دیا ہے، لکھتے ہیں:

ا۔''اللہ تعالیٰ نے بار بار کے اعادہ و تکرار کے ساتھ اپنے علم، قدرت اور حکمت پر آسمان و زمین کے حالات، رات دن کے آمد و رفت، روشنی اور تاریکی کی کیفیت، چاند، سورج اور ستاروں کے حالات سے استدلال کیا ہے، اس لئے اگر ان حالات پر غور و فکر کرنا اور ان پر بحث کرنا جائز نہ ہوتا تو اپنی کتاب کو ان سے کیوں بھر دیتا۔

۲۔اللہ تعالیٰ نے غورِ و فکر کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا ہے ''یہ لوگ اپنے اوپر آسمان کو کیوں نہیں دیکھتے کہ ہم نے ان کو کیوں کر بنایا ہے اور ان کو کیوں کر سنوارا ہے اور ان کے اندر کوئی رخنہ نہیں''(۹)۔علم ہئیت کے اس کے علاوہ اور کیا معنی ہیں کہ اللہ نے آسمانوں کو کیوں کر بنایا اور ہر ایک آسمان کو کیوں کر پیدا کیا۔

۳۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ آسمان زمین کا پیدا کرنا انسانوں کے پیدا کرنے سے زیادہ عظیم الشان کام ہے (۱۰)، اس سے معلوم ہوا کہ تخلیق و ابداع کے عجائبات، اجرام سماویہ میں انسانوں کے اجسام سے زیادہ اور مکمل تر ہیں لیکن اس کے ساتھ خدا نے اجسام انسانی میں غور و فکر کرنے کی ترغیب دی ہے اور فرمایا ہے کہ ''تم خود اپنے اندر نہیں دیکھتے'' (۱۱)۔اس بنا پر جو چیز از روئے استدلال اس سے اعلیٰ اور عظیم تر ہو گی، اس کے حالات پر غور کرنا اور اس کے عجائبات کا جاننا اور بھی زیادہ ضروری ہو گا۔

۴۔اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین کی پیدائش میں غور و فکر کرنے والوں کی مدح کرتے ہوئے کہا ہے ''اور آسمان اور زمین کی خلقت پر غور کرتے رہتے ہیں (ان کی دعا یہ ہوتی ہے کہ) خداوند تو نے یہ کارخانہ بے مقصد نہیں پیدا کیا ہے''(۱۲)۔اگر غور و استدلال ممنوع ہوتا تو خدا ایسا کیوں کرتا؟

۵۔اگر کوئی شخص علوم عقلیہ و نقلیہ کے دقائق میں کوئی عمدہ اور بے نظیر کتاب لکھے تو اس کے شرف و فضیلت کے معترف دو قسم کے لوگ ہوں گے، ایک وہ لوگ ہوں گے جو اس پر اجمالی یقین کریں گے، تفصیلی طور پر اس کتاب کے دقائق و لطائف کا علم ان کو نہ ہو گا۔ دوسرے وہ لوگ ہوں گے جو ان دقائق و لطائف سے تفصیلی طور پر واقف ہوں گے۔ پہلے گروہ کا اعتقاد اگرچہ قوت و کمال کے انتہائی درجہ کو پہنچا ہوا ہو گا لیکن دوسرے گروہ کا عقیدہ قوت و کمال میں اس سے بھی زیادہ بڑھا ہوا ہو گا۔ اس کے علاوہ جس شخص کا علم اس کتاب کے دقائق و لطایف کے متعلق جس قدر زیادہ ہو گا، اسی قدر اس کتاب کے مصنف کی عظمت و جلالت کے متعلق اس کا اعتقاد زیادہ کامل ہو گا۔ اس بنا پر جس شخص کا یہ اعتقاد ہے کہ یہ تمام عالم نو پیدا ہے اور ہر نو پیدا چیز کا کوئی پیدا کرنے والا ہے، اس کے نزدیک اس طریقہ سے خدا کا ثبوت ہو جائے گا اور وہ استدلال کرنے والوں کے زمرہ میں شامل ہو جائے گا، لیکن بعض لوگ اس درجہ کے ساتھ عالم علوی اور عالم سفلی کی بحث کو بھی تفصیل کے ساتھ شامل کر لیتے ہیں، اس لئے

اس عالم کی ہر نوع میں ان کو خدا کی حکمت بالغہ اور اسرار عجیبہ کے مناظر نظر آتے ہیں اور یہ سب براہین متواترہ اور دلائل متوالیہ کے قائم مقام ہو جاتے ہیں، اس لئے وہ ہر لحظہ ایک برہان سے دوسرے برہان کی طرف اور ایک دلیل سے دوسری دلیل کی طرف منتقل ہوتا رہتا ہے اور یقین کی تقویت اور شبہات کے ازالہ پر دلائل کی کثرت اور تواتر کا عظیم الشان اثر پڑتا ہے، اس سے ثابت ہوا کہ خدا تعالیٰ نے اس کتاب کو ان ہی فوائد و اسرار کے لئے نازل کیا ہے، نحو کے عجیب و غریب مسائل، لفظی اشتقاقات کے غیر مفید مباحث اور بے ہودہ قصص و حکایات کے لئے نازل نہیں کیا ہے''۔ (۱۳)

علامہ سیوطی کی رائے: علامہ سیوطی نے نقل کیا ہے کہ ابو الفضل المرسی نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے ''قرآن میں اولین و آخرین کے علوم جمع ہے۔ ان کا علم سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کو تھا، پھر اس نے اپنے رسول کو ان سے باخبر کیا (سوائے کچھ چیزوں کے جن کا علم اسنے اپنے پاس محفوظ رکھا ہے) پھر ان سے کبارِ صحابہ مثلاً خلفائے اربعہ، حضرت ابن مسعود اور حضرت ابن عباس وغیرہ نے اخذ کیا، پھر ان سے تابعین نے اخذ کیا، اس کے بعد ہمتیں پست ہو گئیں، عزائم میں فتور آ گیا، اہل علم ان علوم و فنون کے حامل نہ رہے جن سے صحابہ و تابعین بہرہ ور تھے۔'' (۱۴)

خود امام سیوطی کے نقطہ نظر کی وضاحت ان کے اس اقتباس سے ہوتی ہے: ''اللہ کی کتاب عزیز میں ہر چیز پائی جاتی ہے۔ رہے مختلف علوم تو ان کے ہر باب اور ہر مسئلے کی اصل قرآن میں پائی جاتی ہے اس میں عجیب و غریب مخلوقات اور آسمان، زمین، افق اعلیٰ اور زیرِ زمین پائی جانے والی چیزوں کا بیان، ابتدائے تخلیق کی تفصیل، مشہور پیغمبروں اور فرشتوں کے نام اور گزشتہ قوموں کے حالات مذکور ہیں۔'' (۱۵)

امام ابن قیّم کا قول: امام ابن قیّم نے لکھا ہے: ''قرآن کے ایک ایک حرف سے حکمت کے سوتے پھوٹتے ہیں۔ اس کی ہر سورت سے اوائل و اواخر کے علوم کا اظہار ہوتا ہے۔۔۔۔ اور قرآن ہر علم و حکمت کا سرچشمہ ہے'' (۱۶)۔

شیخ طاہر بن عاشور کا نقطہ نظر: تفسیر مین علوم عصریہ کے مؤیدین میں سے شیخ طاہر بن عاشور بھی ہیں۔ انہوں نے اپنی تفسیر التحریر والتنویر میں یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ تفسیر میں مختلف علوم سے استفادہ ضروری ہے، اس لیے کہ اس سے آیت کا معنی مزید واضح اور روشن اور قرآن کا مدعا مزید پختہ اور راسخ ہو جاتا ہے۔ فرماتے ہیں:

''بسا اوقات سائنس کے بعض مسائل کا آیات قرآنی کی تفسیر سے گہرا تعلق ہوتا ہے۔ ان کو اسی طرح پیش کیا جا سکتا ہے جس طرح ہم کسی قرآنی دلیل کے اثبات کے لئے کوئی کلامی مسئلہ پیش کرتے ہیں''۔ (۱۷)

ابن عاشور جب ایسی مثالیں پیش کرتے ہیں جن میں آیات کی سائنسی تفسیر کی جا سکتی ہے تو ساتھ ہی وہ اس کی کچھ شرطیں بھی بیان کرتے ہیں: لکھتے ہیں: ''اس کے قابلِ قبول ہونے کی شرط یہ ہے کہ اس میں ایجاز و اختصار کا طریقہ اپنایا جائے، سائنسی معلومات کا صرف خلاصہ بیان کیا جائے، بہت زیادہ تفصیل نہ ذکر کی جائے کہ وہی مقصود

معلوم ہونے لگے۔''[۱۸] آگے ابن عاشور نے امام شاطبیؒ کا، جو سائنسی تفسیر کے مخالفین میں سے ہیں، ان کے دلائل کا رد کرنے کے سائنسی تفسیر کے حق میں چھ دلیلیں دیتے ہیں: ''اول: جو کچھ انہوں نے کہا ہے اس کا تقاضا یہ معلوم ہوتا ہے کہ قرآن چاہتا ہے کہ عربوں کے حال میں کوئی تبدیلی نہ ہو، حالاں کہ یہ صحیح نہیں۔ دوم: قرآن کا مقصد دعوت اسلامی کی اشاعت ہے اور رہتی دنیا تک باقی رہنے والا معجزہ ہے، اس لیے ضروری ہے کہ اس میں اساسی باتیں ہوں جو سائنسی ترقی کے زمانے کے لوگوں کی فہم کے مطابق ہوں۔ سوم: سلف نے کہا ہے کہ ''قرآن ایسی کتاب ہے جس کے عجائبات کبھی ختم نہیں ہو سکتے''اس سے ان کی مراد قرآن کے معانی سے ہے۔ اب اگر امام شاطبیؒ کی بات صحیح ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن کے عجائبات اس کے معانی کے محصور ہو جانے کی وجہ سے ختم ہو گئے۔ چہارم: اس کا کمال اعجاز یہ ہے کہ اس کے الفاظ میں ایجاز ہونے کے باوجود اس کے معانی میں کثرت ہو کہ وہ کتابوں میں نہ سما سکیں۔ پنجم: ضروری ہے کہ مخاطبین اول نے آیات قرآن کے معانی اصلیہ سمجھ لیے ہوں۔ رہے زائد معانی تو ممکن ہے کہ انہیں کچھ لوگ سمجھ لیں اور کچھ نہ سمجھ پائیں۔ بسا اوقات جس تک بات پہنچائی جاتی ہے وہ بات پہنچانے والے سے زیادہ سمجھدار ہوتا ہے۔ ششم: وہ باتیں جن کا تعلق مقاصد قرآن سے ہے، ان کے بارے میں یہ چیز قابل تسلیم نہیں ہے کہ سلف ان کی تفسیر میں ظاہر آیت پر توقف کرتے تھے، بلکہ ان میں انہوں نے خوب تشریح و توضیح سے کام لیا ہے اور مختلف علوم کی تفصیل پیش کی ہے۔ ان کی پیروی کرتے ہوئے ہم بھی ایسے علوم سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں جو مقاصد قرآن کی خدمت کرتے ہوں اور جن سے علوم اسلامی کی وسعت کا اظہار ہوتا ہو۔''[۱۹]

مولانا عبد الماجد دریاآبادی کی رائے: قرآن کی جامعیّت اور اس کی جدید عصری علوم کی روشنی میں تفسیر کے حوالے سے مولانا عبد الماجد دریاآبادی لکھتے ہیں: قرآن کا ایک ایجازی وصف اس کی لچک داری ہے ہر ہر لفظ معنی و مفہوم کا ایک گنجینہ ہے اور الفاظ کی ترکیب متعدد پہلوئوں کی حامل، یہ وصف یوں تو بجز واحکام اور بنیادی عقائد کے اور ساری عبارتِ قرآنی میں نمایاں ہے۔ وہ مزید لکھتے ہیں: یہ بنیادی بات ذہن میں اتار لیجئے کہ قرآن کسی بھی صحیح فلسفہ، کسی بھی صحیح نظریہ، کسی بھی صحیح فارمولے کا مخالف نہیں[۲۰]۔ اسی تناظر میں مولانا عبد الماجد دریاآبادی مختلف مفسرین کے بارے میں لکھتے ہیں کہ ''ہر مفسر نے قرآن کی ترجمانی اپنے دور اور اپنے ماحول کے مطابق ہی کی ہے اور شرح میں ذرا لحاظ اپنے مخاطبین کے فہم اور ذوقِ استعداد کا رکھا ہے۔ مثالی اور بہترین تفسیروں میں امام الرازی کی مشہور و معروف تفسیر کبیر ہے، اس کی تصنیف کا زمانہ چھٹی صدی ہجری اور ساتویں صدی ہجری کے بالکل شروع کا ہے، فلسفہ یونان دنیا پر اس وقت اس طرح چھایا ہوا تھا جیسا کہ آج یورپ کی سائنس ہے۔ تفسیر میں رازی نے پوری اور کامیاب ترجمانی کی ہے کہ ہر مضمون کو یونانیوں کے نکتہ نظر سے مدلل کر کے دکھا دیں، بیسویں صدی عیسوی میں دنیا کا علمی نکتہ نظر بالکل دوسرا ہو کر رہ گیا ہے۔ اس سے قدیم مفسرین کو کوئی سابقہ ہی نہیں پڑا تھا اور نہ ان کے

دماغ میں یہ خیال پیدا ہو سکا کہ اب قرآنیات کے طلباء وقت کے علمی نظریات سے متعلق اپنی تشفی چاہیں گے اور فلاں فلاں سوالوں کے جوابات اور تلاش اور جستجو جغرافیہ اور تاریخ و اثریات (Archeology) وغیرہ میں کریں گے۔۔لے دے کے ایک عراقی بزرگ فاضل علامہ محمود آلوسی بغدادی انیسویں صدی کے وسط میں ایسے گزرے ہیں، جنہوں نے اپنی ضخیم تفسیر روح المعانی میں جدید فلکیاتی بحثوں پر توجہ کی ہے اور کرویت و حرکت ارض وغیرہ کو بحث میں لائے۔ عالمِ اسلام نے اُن کی قدر کی اور علمائے اُمت کے درمیان ان کی تحقیق کو حسنِ قبول حاصل ہوا لیکن علامہ موصوف کو بھی اب خاصا وقت ہو چکا ہے۔۔۔ لیکن علوم جس حیرت انگیز سرعت کے ساتھ ترقی کر رہے ہیں، اس کے لحاظ سے یہ تفسیر بھی سوا سو برس کا زمانہ گزر چکنے کے بعد خاصی باسی ہو چکی ہے اور اس کی جدیدیت قدامت میں بدل چکی ہے۔۔۔اس لئے اب جدید مفسر کا فرض ہے کہ وہ مضامین قرآنی کا جائزہ جدید گوشوں اور پہلوؤں سے لے کر کتابِ الٰہی کی ترجمانی آج کی زبان یعنی بیسویں صدی عیسوی کی زبان میں کرے"[۲۱]۔

ڈاکٹر اسرار احمد کا نقطہ نظر، تفسیر میں عصری علوم سے استفادہ کے حوالہ سے: ڈاکٹر اسرار احمد بھی تفسیر میں جدید علوم سے استفادہ کے قائل ہیں اور سائنسی انکشافات سے علم انسانی میں حقائق فطرت کے بارے میں جو مزید آگاہی ہو رہی ہے، اس سے تدبر قرآن میں بھی بہت مدد ملتی ہے، اس سلسلے میں وہ رقمطراز ہیں: "تدبر قرآن کا ایک اور تقاضا بھی ہے اگر وہ پورا نہیں ہو گا تو عصرِ حاضر کے تدبر کا حق ادا نہیں ہو گا، وہ تقاضا یہ ہے کہ علمِ انسانی آج جس لیول تک پہنچ گیا ہے، میٹیریل سائنسز کے مختلف علوم کے ضمن میں جو کچھ معلومات انسان کو حاصل ہو چکی ہیں اور وہ خیالات و نظریات جن کو آج دنیا میں مانا جا رہا ہے ان سے آگاہی حاصل کی جائے۔ اگر ان کا اجمالی علم نہیں تو اس دور کے تدبر قرآن کا حق ادا نہیں کیا جا سکتا۔ قرآن حکیم وہ کتاب ہے جو ہر دور کے اُفق پر خورشیدِ تازہ کی مانند طلوع ہو گا۔ آج سے سو برس پہلے کے قرآن اور آج کے قرآن میں اس حوالے سے فرق ہو گا۔ متن اور الفاظ وہی ہیں، لیکن آج علم انسانی کی جو سطح ہے اس پر اس قرآن کے فہم اور اس کے علم کو جس طریقے سے جلوہ گر ہونا چاہیے اگر آپ اس کا حق ادا نہیں کر رہے تو آپ سو برس پہلے کا (فہمِ) قرآن پڑھا رہے ہیں، نہ کہ آج کا (فہمِ) قرآن پڑھا رہے ہیں (۲۲)۔ جیسے اللہ کی شان ہے:

كل يوم هو في شان[۲۳] اسی طرح کا معاملہ قرآن حکیم کا بھی ہے۔ (معانی کے اعتبار سے آج کے فہم کے قریب کرنے کے لئے آج کے علم کی ضرورت ہے"۔ [۲۴]

ڈاکٹر اسرار احمد مزید لکھتے ہیں "قرآن حکیم میں سائنسی علوم کے جو حوالہ جات آتے ہیں اور اس میں جو عملی ہدایات ملتی ہیں، ان کے ضمن میں یہ بات پیش نظر رہنی چاہے کہ ایک اعتبار سے ہمیں آگے سے آگے بڑھنا ہے اور دوسرے اعتبار سے ہمیں پیچھے سے پیچھے جانا ہے۔ چنانچہ قرآن حکیم پر غور و فکر کرنے والے کا انداز (Attitude) دو

اعتبار سے بالکل متضاد ہونا چاہیے۔ سائنسی حوالہ جات جو قرآن میں آئے ہیں ان کی تعبیر کرنے میں آگے سے آگے جایئے۔ آج انسان کو کیا معلومات حاصل ہو چکی ہیں، کون سے حقائق پایہ ثبوت کو پہنچ چکے ہیں، ان کے حوالے پیش نظر رہیں گے۔ ان میں پیچھے جانے کی ضرورت نہیں۔ امام رازی اور دیگر قدیم مفسرین کو دیکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔۔اس لیے کہ حضور ﷺ نے فرمایا تھا (انتم اعلم بامر د نیاکم)[۲۵] ''اپنے دنیاوی معاملات کے بارے میں تم مجھ سے زیادہ جانتے ہو ''۔ تجرباتی علوم کے مطابق جو تمہیں علم حاصل ہے اس پر عمل کرو۔ لیکن دین کا جو عملی پہلو ہے اس میں پیچھے سے پیچھے جایئے۔ یہاں یہ دلیل نہیں چلے گی کہ جدید دور کے تقاضے کچھ اور ہیں، جب کہ یہ دیکھنا ہو گا کہ رسول اللہ ﷺ نے آپ کے صحابہ نے کیا کیا۔ اس حوالے سے قرآن کے طالب علم کا رُخ پیچھے کی طرف ہونا چاہیے اسلاف نے کیا سمجھا۔ متاخرین کو چھوڑ کر متقدمین کی طرف جایئے۔ جبکہ سائنسی حوالہ جات جو قرآن میں آئے ہیں ان کی تعبیر کرنے میں آگے سے آگے جایئے۔''[۲۶]

چونکہ قرآن مجید کتاب ہدایت ہے سائنس کی کتاب نہیں البتہ اس میں سائنسی علوم کی طرف اشارے موجود ہیں۔ قرآن مجید کائناتی حقائق کو آیاتِ الٰہی قرار دیتا ہے ,سورۃالبقرہ میں ارشاد ربانی ہے:

﴿اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ اخْتِلَافِ الَّیْلِ وَ النَّهَارِ وَ الْفُلْكِ الَّتِیْ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِمَا یَنْفَعُ النَّاسَ وَ مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْیَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَ بَثَّ فِیْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ۪-وَّ تَصْرِیْفِ الرِّیٰحِ وَ السَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَیْنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ﴾[۲۷]

یقیناً آسمانوں اور زمین کی ساخت میں، رات اور دن کے پیہم ایک دوسرے کے بعد آنے میں، اُن کشتیوں میں جو انسان کے نفع کی چیزیں لیے ہوئے دریاؤں اور سمندروں میں چلتی پھرتی ہیں، بارش کے اُس پانی میں جسے اللہ اوپر سے برساتا ہے، پھر اس کے ذریعے سے مردہ زمین کو زندگی بخشتا ہے اور (اپنے اسی انتظام کی بدولت) زمین میں ہر قسم کی جاندار مخلوق کو پھیلاتا ہے، ہواؤں کی گردش میں، اور اُن بادلوں میں جو آسمان اور زمین کے درمیان تابع فرمان بنا کر رکھے گئے ہیں، ان لوگوں کے لئے بے شمار نشانیاں ہیں جو عقل سے کام لیتے ہیں۔

اس طرح کی اور کئی آیات میں اللہ کی نشانیوں کو بیان کیا ہے، ان میں اللہ کی قدرت، اللہ کی عظمت، اللہ کا علم، اللہ کی حکمت بالغہ سب کچھ شامل ہے۔ تو یہ جو مظاہر طبعی (Physical phenomena) ہیں، قرآن حکیم ان کا جا بجا حوالہ دیتا ہے۔ بعض کائناتی حقائق وہ ہیں جن کا تعلق فلکیات Astronomy) سے ہے۔ فرمایا: ﴿كُلٌّ فِیْ فَلَكٍ یَّسْبَحُوْنَ﴾[۲۸] یعنی یہ تمام اجرام سماویہ اپنے اپنے مدار میں تیر رہے ہیں۔ معلوم ہوا ہر شے حرکت میں ہے۔'' انسان پر ایک دور ایسا گزرا ہے جب وہ یہ سمجھتا تھا کہ زمین ساکن ہے اور سورج اس کے گرد حرکت کر رہا ہے۔ پھر ایک

دور آیا جس میں کہا گیا کہ نہیں، سورج ساکن ہے، زمین حرکت کرتی ہے، زمین سورج کے گرد چکر لگاتی ہے، اور آج ہمیں معلوم ہوا کہ ہر شے حرکت میں ہے۔ سورج کا بھی اپنا ایک مدار ہے، اس میں وہ اپنے پورے کنبے سمیت حرکت کر رہا ہے۔ یہ نظام شمسی اس کا کنبہ ہے، اس پورے کنبے کو لے کر وہ بھی ایک مدار میں حرکت کر رہا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ الفاظ قرآنی ﴿كُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ﴾ میں ''کل'' کا لفظ جس طرح منقح اور مبرہن ہو کر، جس شان سے آج ہوا یدا ہوا ہے، آج سے پہلے انسان کو معلوم نہیں تھا۔ قرآن مجید میں کائناتی مظاہر کے بارے میں جو بات کہی گئی ہے وہ کبھی غلط نہیں ہو سکتی۔ یہ وہ حقیقت ہے جو اس دور میں آ کر پوری طرح واضح ہوئی ہے[۲۹]

قرآن حکیم نے جن سائنسی حقائق یا سائنسی مظاہر کا حوالہ دیا ہے وہ یقینا حق ہے چاہے تاحال ہم ان کی حقانیت کو نہ سمجھ پائے ہوں۔ مثلاً آج بھی ہمیں معلوم نہیں کہ قرآن جو ''سات آسمان'' کہتا ہے تو ان سے کیا مراد ہے۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ ایک وقت آئے گا جب انسان سمجھے گا کہ ''سات آسمان'' کے یہ الفاظ ٹھیک ٹھیک اس حقیقت پر منطبق ہوتے ہیں جو آج ہمارے علم میں آئی ہے، پہلے نہیں آئی تھی''[۳۰]۔

چونکہ احادیث کے مطابق قرآن مجید کے عجائبات کبھی ختم نہ ہوں گے جبکہ تفسیر بالماثور کا پورا مواد مکمل ہو چکا ہے اب اس میں مزید اضافہ ممکن نہیں۔ لغت وادب سے متعلق جو مواد ہے اس پر بھی کافی کام ہو چکا ہے اب اس میں مزید اضافہ ممکن نہیں اب قرآنی اعجاز و عجائبات کا نہ ختم ہونے والا سمندر اُن ہی آیات کی تفسیر میں ممکن ہے جو آفاق و انفس کے متعلق ہیں اور اسی طرح کی آیات میں تفکر و تدبر اور تعقل پر زور دیا ہے تاکہ معرفتِ ربانی حاصل ہو۔

ڈاکٹر محمود احمد غازی کی رائے: جدید علوم کی روشنی میں تفکّر سے متعلّق ڈاکٹر محمود احمد غازی لکھتے ہیں '' تفکر و تدبر وہیں ہوتا ہے جہاں نصِ صریح موجود نہ ہو، اجتہاد جس طرح بقیہ احکام میں جاری ہے اسی طرح تفسیر قرآن میں بھی جاری ہے، جو شخص صحیح رائے پر پہنچے گا اُسے دو اجر ملیں گے اور جو خطا کرے گا اس کے لئے ایک اجر ہے...اس لئے بظاہر متاخرین کا نکتہِ نظر درست معلوم ہوتا ہے کہ وہ رائے جس کی بنیاد اجتہاد اور بصیرت پر ہو، وہ رائے جس کی بنیاد شریعت کے عمومی احکام پر ہو، وہ رائے جو عربی زبان وادب کے قواعد اور اصولوں سے ہم آہنگ ہو اور وہ رائے جس سے اسلام کے عمومی تصور پر زد نہ پڑتی ہو، وہ رائے قابلِ قبول ہے۔ اور اس کی بنیاد پر قرآن مجید کی تفسیر کی جانی چاہیے۔ امام غزالی نے احیاء العلوم میں اس موضوع پر پورا ایک باب باندھا ہے اور زور و شور سے اس نکتہِ نظر کی تائید کی ہے''[۳۱]۔ اسی حوالے سے مولانا حنیف ندوی نے کیا خوب بات کی ہے ''ابھی متعدد نجوم و کواکب ایسے ہیں جنہیں اس کتاب ھدیٰ کے مطلع روشن سے ابھرنا اور طلوع ہونا ہے اور بے شمار نکات و معانی ہیں جنہیں زبان وارتقاء کی مناسبتوں کے ساتھ نکھرنا اور واضح ہونا ہے۔[۳۲]

اسی تناظر میں یہ قول کتنا درست معلوم ہوتا ہے کہ ''القرآن یفسرہ الزمان'' (۳۳) یعنی زمانہ قرآن حکیم کی تفسیر کرتا ہے اور کرتا رہے گا، مطلب یہ ہے کہ جوں جوں علوم انسانی اور سائنس ترقی کریں گے، قرآنی آیات کی حکمتیں انسان پر مزید کھلیں گی اور اس کے نہ ختم ہونے والے عجائبات اور نشانیاں انسانوں پر آشکارہ ہوتی رہیں گی اور قرآنی باتیں کبھی پرانی نہ ہوں گی.

عصری تفسیر کے حوالہ سے ڈاکٹر رفیع الدین کا موقف : ڈاکٹر رفیع الدین کا موقف بھی مبنی بر اعتدال ہے ''وہ علمِ جدید کی اصطلاح میں آفاق و انفس سے مراد طبیعات، فلکیات، حیاتیات اور نفسیات لیتے ہیں ،اور طبیعات، فلکیات، حیاتیات اور نفسیات میں جو ترقی ہوئی ہے اور جو دریافتیں ہونا باقی ہیں وہ کہتے ہیں وہ سب قرآن کا لفظی نہیں تو معنوی حصہ ضرور ہیں اور ہوں گی، یہ دریافتیں دراصل قرآنِ حکیم کی تعبیر و تشریح میں معاون ہیں۔ قرآن حکیم کے اندر علم کا خزانہ ہے، یہ علم وقت کے ساتھ نمودار ہو کر قرآنِ حکیم کا سچا علم ہونے پر دلیل بنتا جارہا ہے۔ قرآن حکیم کے اندر ایک معنوی سمندر موجود ہے جو لامتناعی ہے''۔ (۳۴)

ڈاکٹر رفیع الدین مزید لکھتے ہیں ''کہ انفس وآفاق میں نمودار ہونے والی آیات (نشانیاں) بظاہر قرآن سے باہر ہوں گی لیکن اس کے باوجود وہ قرآن کی تشریح اس طرح کریں گی کہ قرآن کی صداقت پر شبہ ناممکن ہو جائے گا۔ (۳۵) ایک جگہ وہ لکھتے ہیں کہ ''ہم نے علم کو علم دین اور دین کو قرآن اور حدیث کے الفاظ تک محدود کر دیا، حالانکہ اس وقت جس قدر صحیح اور سچا علم دنیا میں موجود ہے یا آئندہ زمانوں میں انسان کی ذہنی کاوش سے پیدا ہونے والا ہے وہ علم دین کے سوا کچھ نہیں۔ اس زمانہ میں علوم کی ترقی قرآن کے علم کو بہت آگے لے گئی ہے، لیکن ہم وہیں کے وہیں ہیں، بلکہ قرآن آگے جارہاہے اور ہمارا رُخ پیچھے کی طرف ہے۔ ہم قرآن کے تازہ علم سے، جو انسان کے قلم کی بدولت صدیوں میں جمع ہو ہر کر اس معیار پر پہنچاہے، بے اعتنائی برت رہے ہیں، حالانکہ یہ اُسی خدا نے انسان کو دیا ہے جس نے قرآن نازل کیا تھااور جس نے خود قرآن میں اس علم کو ایک بخشش اور عنایت کے طور پر یاد کیا ہے'' (۳۶)

علم جدید ہو یا قدیم، قرآن ان کے مطالعہ سے نہیں روکتا، مطالعہ قرآن ہر دور کے تقاضوں کے مطابق روا ہے۔ علم نے ہر دور میں اس موقف کی تائید کی ہے۔ نبی ﷺ کا ارشاد ہے کہ : ''کتاب اللہ میں تم سے قبل کی سر گزشت اور تم سے مابعد کی خبر اور جو چیز تمھارے مابین ہے، اس کا حکم موجود ہے''۔ (۳۷)۔ علامہ جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں :

''بعض علماء نے کہا کہ قرآن کی ہر ایک آیت کے لیے ساٹھ ہزار فہم ہیں''، لہٰذا یہ قول صاف دلالت کرتا ہے کہ قرآن کے معنی سمجھنے کے بارے میں ایک بے حد وسیع میدان اور بے حد کشادہ جولان گاہ موجود ہے''۔ (۳۸) ،اور یہ قول اس بات کی دلالت کرتا ہے کہ قرآن مجید کے جلی یا خفی معنی بتدریج زماں و مکاں کی مناسبت سے کھلتے

جائیں گے۔ قرآن کتاب ہدایت ہے اور انسان ہمیشہ سے اور ہمیشہ کے لیے ہدایت کا طالب ہے اور یہ وظیفہ سوائے قرآن مجید کے اور کوئی پورا نہیں کر سکتا۔ "صداقتیں در حقیقت تعلیم نبوت کی رونق اور زینت کے لیے ظہور میں آئی ہیں۔ جدید علمی دریافتوں میں صداقتیں موجود ہیں۔ صداقتوں کی پہچان ضروری ہے۔ صداقتوں کی علم جدید کی دریافت کو غلط سمجھ کر ترک کرنا درست نہیں ہے۔ **یہ بات صداقتوں کو صداقتوں سے دور کرنے کا باعث بنتی ہے**"۔ (۳۹)

علامہ محمد اقبال کی رائے: اقبال کا خیال ہے کہ "فطرت کا سائنسی مشاہدہ ہمیں حقیقت مطلقہ کے طرز عمل سے قریب تر رکھتا اور اس میں زیادہ گہری بصیرت کے لئے ہمارا اندرونی ادراک تیز تر کر دیتا ہے۔ سچ تو یہ ہیکہ علم کی ہر جستجو عبادت ہی کی ایک شکل ہے اور اس لیے فطرت کا سائنسی مشاہدہ بھی کچھ ویسا ہی فعل ہے جیسے حقیقت کی طلب میں صوفی کا سلوک و عرفان کی منزلیں طے کرنا"۔ اقبال مزید لکھتے ہیں "مذہب کو معقول بنیادوں پر استوار کرنے کا کام خود پیغمبر اسلام ﷺ ہی نے شروع فرمایا تھا، جن کی مستقل دعا یہ تھی کہ اے خدا! مجھے اشیاء کی حقیقت کا علم عطا فرما۔ یونانی فلسفے کے برخلاف قرآن میں عالمِ محسوسات کو مشاہدہ کرنے اور اس سے حقیقت کا پتا چلانے میں مدد لینے کی تلقین کی گئی ہے" (۴۰) "قرآن مجید نے آفاق وانفس دونوں کو علم کا ذریعہ بتایا ہے اور اس کا ارشاد ہے کہ آیات الٰہیہ کا ظہور محسوسات اور مدرکات میں، خواہ ان کا تعلق خارج کی دنیا سے ہو یا اندرونی، ہر کہیں ہو رہا ہے"۔ (۴۱)

اقبال ایک جگہ لکھتے ہیں" مسلمان کا یہ فرض ہے کہ وہ مظاہر قدرت میں اللہ تعالیٰ کے ان نشانات پر غور و فکر کرے اور ان پر سے اس طرح نہ گزر جائے کہ گویا وہ ایک اندھا اور بہرہ شخص ہے۔ قرآن حکیم کا فرمان ہے کہ "جو شخص اس دنیا میں ان چیزوں کو نہیں دیکھتا اور اندھوں کی طرح ان آیات سے اپنی آنکھیں بند رکھتا ہے وہ اگلی دنیا (میں بھی وہاں) کے حقائق سے بھی بے بہرہ رہے گا" (۴۲)۔ قدرت کا علم در حقیقت خدا کے کردار (وخلّاقیت) کا علم ہے، خدا کی ہستی اور اس کی صفات مظاہر فطرت میں آشکار ہیں اور چونکہ خدا اس محسوس کائنات سے جدا اور الگ تھلگ نہیں ہے، اس لئے اس محسوس کائنات کا علم ہی خدا کا علم ہے"۔ (۴۳)

عصری علوم کے تناظر میں قرآنی تفسیر اور مولانا شہاب الدین ندوی

مولانا شہاب الدین ندوی بھی قرآن حکیم میں سائنسی علوم و مسائل کے تذکرہ کو قرآن عظیم کی وسیع ہدایت و رہنمائی ہی کے ایک حصے کے طور پر تصور کرتے ہیں اور ان علوم سے خدا پرستی کے اثبات کے لئے سائنٹفک دلائل و شواہد فراہم کرنا مراد لیتے ہین۔ وہ لکھتے ہیں: "غرض قرآن حکیم میں ان علوم کا تذکرہ بھی دراصل اس کی ابدی اور عالمگیری رہنمائی ہی کا ایک حصہ ہے اس سے الگ نہیں۔ ظاہر بینوں کو دھوکا ہوتا ہے کہ قرآن حکیم کو بھلا انسانی علوم سے کیا واسطہ! وہ سمجھتے ہیں کہ سائنسی علوم نظام شریعت کے مغائر ہیں، حالانکہ یہ سائنسی علوم جو بادی

النظر میں انسانی علوم معلوم ہوتے ہیں دراصل محض انسانی علوم نہیں ہیں، بلکہ نظامِ کائنات اور نظامِ ربوبیت کی کل توضیح و تفصیل کرنے والے ہیں۔ کائنات میں جتنی بھی اشیاء ہیں سب کی سب خداوند کریم ہی کی پیدا کردہ ہیں اور انسانی علوم کی بنیاد یہی مخلوقات الٰہی ہیں۔ لہٰذا ان علوم کی تحقیق و تفتیش سے مخلوقات الٰہی کا تفصیلی علم حاصل ہوتا ہے جو نظام ربوبیت کو سمجھنے کی بنیاد ہے۔ اور جب تک انسان نظام ربوبیت کو صحیح طور پر سمجھ نہ لے وہ ''رب العٰلمین'' (تمام جہانوں کے رب اور پروردگار) کی صحیح معرفت بھی حاصل نہیں کر سکتا جو اصل مقصود ہے''۔[۴۴]

وہ مزید لکھتے ہیں "قرآنِ حکیم کی سائنسی تفسیر ایک حوالے سے اللہ تعالیٰ کے نظامِ ربوبیت کو سمجھنے کے مترادف ہے کیونکہ جتنا جدید سائنس کی روشنی میں آفاق و انفس میں غور کیا جائے گا اتنا ہی اُس کے نظام ربوبیت کو سمجھنے میں مدد ملے گی اور یہی لا اله الا الله کی تفسیر ہو گی۔"[۴۵] جدید علوم کی روشنی میں قرآن کی تفسیر کے حوالے سے مولانا شہاب الدین ندوی کا نقطہ نظر بڑا واضح ہے، وہ اس حوالے بعض مغالطوں کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"عام طور پر مذہبی حلقوں میں یہ خیال پھیلا ہوا ہے کہ موجودہ سائنسی علوم محض چند بدلتے ہوئے نظریات یا ''افکار پریشاں'' کا نام ہے، جن کی بنیاد پر کتاب اللہ کی تفسیر کرنا صحیح نہیں ہو سکتا۔ اور احتیاط کا تقاضا ہے کہ قرآن حکیم کی تفسیر میں اس قسم کے علوم کو داخل نہ کیا جائے مبادا کہ آگے چل کر یہ نظریات بدل جائیں اور کتاب اللہ کی ابدیت پر کوئی حرف آ جائے۔

یہ خیال بادی النظر میں تو بہت معقول اور وزنی معلوم ہوتا ہے مگر دراصل یہ ایک بہت بڑا مغالطہ ہے، کیا عالم اور کیا عامی ہر ایک۔ اس کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کئے بغیر۔ محض قلّت فکر کی بنا پر اور بے سوچے سمجھے رائے چلا ئے جا رہا ہے اور سمجھتا ہے کہ اس طرح وہ بذات خود بہت بڑی دانش مندی کا ثبوت دے رہا ہے۔ حالانکہ یہ طرز فکر دراصل حقائق سے چشم پوشی اور سہل انگاری کو ظاہر کرتا ہے۔ قرآن حکیم میں نظام کائنات سے متعلق تقریباً ساڑھے سات سو آیات موجود ہیں جن کا بنیادی مقصد انسان، خدا اور کائنات کے باہمی تعلقات کو واضح کرنا اور اس سلسلے میں منکرین و معاندین اور خدا بیزار لوگوں کے غلط اور بے بنیاد نظریات و مفروضات کی اصلاح کرنی ہے۔ اس لئے جگہ جگہ مظاہر کائنات اور ان کے حیرت انگیز نظاموں میں غور و فکر کر کے منکریں خدا کے خلاف سائنٹفک دلائل و شواہد کا استنباط کرنے کی تاکید کی گئی ہے، جن کو قرآن کی زبان میں دلائلِ آفاق (جو انسان کے چاروں طرف مختلف مظاہر کے روپ میں پھیلے ہوئے ہیں) اور دلائل انفس (خود انسان کے اپنے جسمانی و نفسیاتی احوال سے متعلق) کا نام دیا گیا ہے۔ ان دلائل و بینات یا آفاقی و انفسی شواہد سے عبرت و بصیرت حاصل نہ کرنے والوں کو بہائم اور چوپائوں سے تشبیہ دی گئی ہے۔"[۴۶]

"سائنسی نظریات میں ردو بدل یا تبدیلی جو کچھ بھی ہوتی ہے وہ ان ثابت شدہ طبعی قوانین اور بنیادی اصولوں میں نہیں بلکہ ان مفروضات میں ہوتی ہے جو یا تو ابھی زیر مشاہدہ ہوں یا جن میں کسی رکاوٹ کے باعث سرے سے کوئی تجربہ و مشاہدہ ہی ممکن نہ ہو۔ اصل میں کوئی بھی سائنسدان اور کوئی بھی عالم طبیعیات مختلف اشیائے عالم میں ربط و تعلق اور توجیہہ و تاویل کے لحاظ سے بعض نظریات و مفروضات قائم کرنے پر مجبور ہوتا ہے خواہ ان کے متعلق اُس کو تفصیلی علم حاصل ہو یا نہ ہو۔ دنیائے سائنس میں تغیر و تبدل جو کچھ بھی ہوتا ہے وہ عموماً اسی قسم کے نظریات و مفروضات میں ہوتا ہے۔[۴۷]

"قرآن حکیم میں مختلف علوم و فنون کے حقائق یا فکری نتائج، جو اصل مغز اور جوہر کی حیثیت رکھتے ہیں۔ بالکل معجزانہ انداز میں مذکور ہیں جو موجودہ دور کی عقلیت کے مطابق ذہن سازی کے لئے مثبت اور بنیادی رول ادا کر سکتے ہیں۔ ان حقائق کو سمجھنے کے لئے لازمی طور پر جدید سے جدید متعلقہ علوم کی جزئیات کو بھی زیر بحث لانا پڑے گا، جس کے بغیر چارہ کار نہیں ہے۔ مثلاً قرآن میں مذکور ہے کہ نباتات میں بھی قانون زوجیت پایا جاتا ہے۔ یعنی حیوانات کی طرح پودوں میں بھی نر مادہ پائے جاتے ہیں۔ اس حقیقت کو علی وجہ البصیرت سمجھنے اور متعلقہ مسائل کی تنقیح کے لئے حیاتیات (بیالوجی) کے بہت سے مباحث بھی چھیڑنے پڑتے ہیں۔ اب ممکن ہے کہ بعض جزئیات ہیں جو نظری حیثیت رکھتے ہوں۔ آئندہ چل کر ان میں کوئی تبدیلی واقع ہو جائے۔ مگر یہ حقیقت کہ تمام نباتات زوج زوج ہوتے ہیں اس میں کسی قسم کی تبدیلی کا امکان نہیں ہے۔ کیونکہ یہ ایک ثابت شدہ حقیقت ہے۔ یہی حال دیگر تمام حقائق و معارف کا بھی ہے۔ اب یہ کتنی بڑی نادانی ہو گی کہ ہم ایک موہوم سے خدشے کی بناء پر اس قسم کی آیات کی سائنٹفک نقطۂ نظر سے تفسیر کرنا ہی چھوڑ دیں، گویا کہ قرآن مجید کے پانچویں حصے کو مہمل قرار دیدیں"۔[۴۸]

قرآنی آیات میں تفکّر و تدبّر کی اہمیّت، جدید علوم کی روشنی میں

گذشتہ صفحات میں مذکورہ دلائل سے یہ بات واضح ہے کہ قرآنِ مجید بار بار انسان کو مظاہر فطرت میں تفکر و تعقل اور تدبر کی دعوت دیتا ہے اور اپنی سینکڑوں آیات کے ذریعے وہ افلا تعقلون، افلا تتفکرون[۴۹]، افلا یتدبرون، لعلکم تعقلون، لقوم یتفکرون، لقوم یذکّرون، لقوم یعقلون[۵۰] جیسے الفاظ استعمال کر کے اپنی آیات اور کائناتی آیات میں تفکر پر اُبھارتا ہے اور اُن لوگوں پر حیرت کا اظہار کرتا ہے جو آیاتِ قرآنی پر غور و فکر نہیں کرتے اور اس کے معنی سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے: افلا یتدبرون القرآن ام علی قلوبٍ اقفالھا[۵۱] کیا یہ لوگ قرآن پر غور و تدبر نہیں کرتے یا ان کے دلوں پر تالے پڑے ہوئے ہیں۔ قرآن کی نظر میں مظائرِ کائنات اور موجوداتِ عالم پر غور و فکر کرنا عقل مندوں کا کام ہے۔ قرآن نے توحید باللہ اور ایمانیات کے اثبات اور خالقِ کائنات کی حقیقی معرفت کے لئے بھی تعقل و تفکر پر بہت زور دیا ہے۔ تخلیق کائنات میں تفکّر و تدبّر والوں کو

لقوم یتفکرون، لقوم یذکّرون، لقوم یعقلون اور اولوا لالباب جیسے معزز القابات سے نوازا ہے۔[۵۲]۔اسی طرح کی آیات اور عقلی استدلال کو دیکھ کر علامہ ابن رُشد نے کہا کہ ''پورا قرآن تدبر و عبرت پذیری کے طرز کے اشارات پر مشتمل ہے''[۵۳]

اسلام میں عبادات کا مقصد بھی اللہ کی رضا کے ساتھ ساتھ انسان میں عقل و دانش پیدا کرنا ہے اور کیوں نہ ہو اسلام تو سراپا عقل و حکمت ہے اور اپنے ماننے والوں کو بہرہ، گنگا، اندھا اور بے عقل نہیں بنانا چاہتا بلکہ عاقل و فرزانہ بنانا چاہتا ہے، ایسا شعور پیدا کرنا چاہتا ہے کہ ہر قدم سوچ سمجھ کر اُٹھے اور ہر بات عقل کے ترازو پر پوری اُترے۔ حضرت علی سے مروی ہے: ''الالا خیر فی قراة لیس فیھا تدبر ولا عبادة لیس فیھا تفقه''[۵۴]: یعنی سن لو کہ جس قرات میں تدبر اور جس عبادت میں تفقہ نہ ہو اس میں کوئی خیر نہیں۔

قرآن کریم کی نگاہ میں عقلی استدلال کو خاصی اہمیت حاصل ہے۔ کسی بات کو سمجھنے و سمجھانے کے لئے وہ نہ صرف یہ کہ عقل کے استعمال کو روا سمجھتا ہے بلکہ وہ اس کی ترغیب دیتا ہے اور انسان کو بار بار اس کی دعوت دیتا ہے۔ درحقیقت وہ چاہتا ہے کہ انسان اپنے آپ کو اس عطیہ خداوندی (عقل یا سمجھنے بوجھنے کی صلاحیت) کے صحیح استعمال کا عادی بنائے۔ وہ اس کے لئے انسان سے اپیل بھی کرتا ہے۔ کبھی مظاہر فطرت و عجائبات قدرت میں غور وفکر پر ابھارتے ہوئے، کبھی ماضی کے واقعات اور گذشتہ پیغمبروں کے زمانہ کے حالات سے نتائج اخذ کرنے کی تعلیم دیتے ہوئے اور کبھی ایک سوال اٹھا کر اس کا جواب انسان سے طلب کرتے ہوئے اس کی عقل کو جھنجھوڑتے ہوئے، لیکن خاص بات یہ ہے کہ ان تمام کاوشوں سے قرآن کا مقصود محض ذہنی مشق (Exercise mental) نہیں بلکہ اس کی اصل غرض و غایت یہ ہے کہ انسان کائنات میں غور کر کے صانع کی کار گری کے حسن و کمال کا اندازہ کرے۔ اس وسیع و عریض کائنات میں پھیلی ہوئی اس کی قدرت کی نشانیوں پر نظر ڈالے، مختلف چیزوں کی تخلیق میں پوشیدہ اس کی حکمت و مصلحت کا ادراک کرے۔ حیوانات و نباتات کی نشو نما اور ساخت و پرداخت کا مشاہدہ کر کے اللہ رب العالمین کی ربوبیت و پروردگاری کا کرشمہ دیکھے، زمین و آسمان، چاند و سورج، پہاڑ و سمندر اور رات و دن کے چلنے والے نظام میں تدبر و تفکر کرے اور اس کے توازن، تسلسل اور توافق میں دھیان دے اور پھر پکار اٹھے کہ بلا شبہ اللہ ہی انسان و کائنات کا خالق و مالک ہے وہی اس کے نظام کو چلانے والا ہے اور اس میں کوئی اس کا شریک نہیں ہے، وہی تمام مخلوقات کا پالنہار و پروردگار ہے۔ ممتاز عرب اسکالر اور نامور فقیہ شیخ ابو زھرہ نے بجا فرمایا ہے: ''قرآن خود انسان کو کائنات میں غور کرنے اور اپنی فکر و نظر کو استعمال کرنے کی دعوت دیتا ہے۔ اسلام انسان کو اندھی تقلید اور لکیر کا فقیر بننے سے منع کرتا ہے۔ اسلام کے نزدیک اگر انسان اپنے تعصّبات و تحفظات سے بالاتر ہو کر کائنات کی

اشیاء اور اس کی حقیقت پر غور کرے گا تو وہ اس راستہ کو اپنانے کے لئے مجبور ہو گا جس کی طرف اسلام رہنمائی کرتا ہے۔''(۵۵)

نتیجہ (Conclusion)

گذشتہ بحث سے ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ قرآن حکیم نے کائنات کے جن جن مظاہر کو بیان کیا ہے اور ان کے جن جن پہلوؤں میں نشانیاں قرار دی ہیں، بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جدید سائنسی و عصری علوم نے ان پہلوؤں کی مزید تشریح و توضیح کر دی ہے اور ان کے اندر پوشیدہ ''نشانیوں'' کو مزید آشکارا کرنے کے لئے راہ فراہم کی ہے۔ مثلاً قرآن نے سور، چاند ستارے اور دن رات وغیرہ کو ''نشانیاں'' قرار دیا ہے۔ موجودہ سائنس نے علم الافلاک (Astornomy) اور علم الکائنات (Cosmology) کے ذریعے ان تمام جزئیات اور علت و معلول (Cause and effect) کو واضح کر دیا۔ قرآن نے ہواؤں اور برق و باراں کو ''نشانی'' کہا۔ سائنس نے علم موسمیات کے ذریعے ان کے اسباب بتلا دیئے، قرآن نے بارش کو اللہ تعالیٰ کی نعمت بتلاتے ہوئے اس سے گھاس، سبزہ، کھیتی، مختلف قسم کے پھل اور دوسری نباتات اگنے کو نشانی قرار دیا۔ جدید سائنس نے علم نباتات (Botany) کے ذریعہ اس کی تفصیلی معلومات فراہم کر دیں۔ قرآن نے زمین میں مختلف قسم کے جانور ہونے اور ان سے انسان کو حاصل ہونے والے فائدوں کا ذکر کیا۔ جدید سائنس نے علوم الحیوانات (Zoology) کے ذریعے ان کی مزید تشریح و توضیح کر دی۔ اسی طرح جغرافیہ (Geography)، علم طبقات الارض (Geology)، علم النفس (Psychology)، علم الاجتماع (Sociology) علم الاثار (Archaeology)، اور دوسرے علوم دراصل اس کائنات ہی کی تفسیر ہیں جس میں ''غور و فکر کو بہترین عبادت قرار دیا ہے بلکہ اسے ایمان کا نور کہا ہے ''(۵۶)۔ اس لئے جدید سائنس کی روشنی میں قرآنی آیات کی تشریح و تفسیر کی جاسکتی ہے جو قرآن کے پیغام کو مزید واضح کرتا ہے اور جدید ذہن کے لئے زیادہ اطمینان کا باعث ہے۔

حواشی و حوالہ جات

۱۔ جامع ترمذی، باب ماجائی فضائل القرآن،، مکتبہ رحمانیہ، لاہور، جلد دوم، ص ۲۸۲۔۲۸۳

۲۔ ڈاکٹر عبد التواب حامد: قرآن کا سائنسی اعجاز (ترجمہ ڈاکٹر رضی الاسلام ندوی)، اسلامک بک فاونڈیشن نئی دہلی، ۲۰۱۱، ص ۲۴۔

۳۔ ابو حامد محمد بن الغزالی: احیاء علوم الدین ج ۳ بحوالہ کارم سید غنیم: کائنات سے متعلق قرآنی آیات کی سائنسی تشریح، ڈاکٹر رضی الاسلام ندوی (مترجم و مولف) اسلام، مسلمان اور سائنس، اسلامک بک فائونڈیشن نئی دہلی، ۲۰۰۰، ص ۶۷

۴۔ سورۃ الشعراء: ۸۰

۵۔ سورۃ الرحمٰن۔ ۵

۶۔ کارم سید غنیم: کائنات سے متعلق قرآنی آیات کی سائنسی تشریح، ص ۶۸۔۶۹

۷۔ عبدالسلام ندوی: امام رازی، بک کارنر، جہلم، ۲۱۰۳ء، ص ۱۹۱
۸۔ ایضاً، ص ۱۹۲
۹۔ سورہ قٓ، ۵۰: ۶
۱۰۔ سورۃالمومن، ۵۷: ۴۰
۱۱۔ سورۃالذاریات، ۵۱: ۲۱
۱۲۔ سورۃآل عمران، ۳: ۱۹۱
۱۳۔ عبدالسلام ندوی: امام رازی، ص ۱۹۲۔ ۱۹۳
۱۴۔ ڈاکٹر عبدالتواب حامد: قرآن کا سائنسی اعجاز، ص ۱۴
۱۵۔ ایضاً
۱۶۔ الفوائد المشوّق الی علوم القرآن و علم البیان، مطبعہ السعادہ، مصر، ۱۳۲۸ھ، ص ۵
۱۷۔ شیخ طاہر بن عاشور: تفسیر التحریر والتنویر، الدار التونسیہ للنشر، ۱۹۸۴، ج ۱، ص ۴۵
۱۸۔ ایضاً
۱۹۔ ایضاً، ص ۴۶
۲۰۔ مولانا عبدالماجد دریاآبادی۔ تفسیرِ قرآن مجید کے جدید تقاضے، سہ ماہی المعارف، انڈیا، جولائی تا ستمبر ۲۰۰۷، ص ۳۰۔ ۳۱
۲۱۔ ایضاً، ص ۱۵۔ ۱۶
۲۲۔ ڈاکٹر اسرار احمد: بیان القرآن، انجمن خدام القرآن، پشاور ۲۰۰۸، ج ۱، ص ۶۹
۲۳۔ سورۃالرحمٰن، ۵۵: ۲۹
۲۴۔ ڈاکٹر اسرار احمد: بیان القرآن۔، ج ۱، ص ۶۹
۲۵۔ صحیح مسلم، کتاب الفضائل بحوالہ المستند الصحیح المختصر (محقق فواد عبدالباقی)، داراحیاء التراث العربی، بیروت،، ج ۴، ص ۱۸۳۶۔
۲۶۔ ایضاً ڈاکٹر اسرار احمد: بیان القرآن ج ۱، ص ۷۰
۲۷۔ سورۃالبقرہ، ۲: ۱۶۴
۲۸۔ سورۃیٰس، ۳۶: ۴۰
۲۹۔ ڈاکٹر اسرار احمد: بیان القرآن ج ۱، ص ۵۶
۳۰۔ ایضاً، ص ۷۱۔ ۷۲
۳۱۔ ڈاکٹر محمود احمد غازی: محاضراتِ قرآنی، الفیصل ناشران کتب، اردو بازار، لاہور، ۲۰۰۹، ص ۲۴۲
۳۲۔ مولانا حنیف ندوی، مطالعہ قرآن، ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور، طبع سوم، ۱۹۸۸۔ ص ۱۵۲
۳۳۔ قول ابن عباس بحوالہ سید صفدر حسین نجفی: تفسیر نمونہ، مصباح القرآن ٹرسٹ، لاہور، ۲۰۱۳، ج ۱، ص ۲۷
۳۴۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد عارف خان، مطالعہ قرآن کی نئی جہتیں، ادارہ ثقافت اسلامیہ کلب روڈ لاہور، ص ۵۳۶۔ ۵۳۷،
۳۵۔ ایضاً، ص ۷۴

۳۶۔ ایضاً، ص ۲۵
۳۷۔ جامع ترمذی، باب ماجاء فی فضائل القرآن، مکتبہ رحمانیہ، لاہور، جلد دوم، ص ۲۸۲۔ ۲۸۳
۳۸۔ علامہ جلال الدین سیوطی : الاتقان فی علوم القرآن، ج ۲، ص ۱۷۴ بحوالہ پروفیسر ڈاکٹر محمد عارف خان، مطالعہ قرآن کی نئی جہتیں، ص ۵۳۸
۳۹۔ ایضاً، ص ۵۹۷۔ ۵۹۸
۴۰۔ بحوالہ ڈاکٹر رضی الدین صدیقی، اقبال کا تصور زماں و مکان مجلس ترقی ادب، کلب رود، لاہور ۱۹۷۳، ص ۱۹۳۔ ۱۹۵
۴۱۔ ایضاً، ص ۱۹۷
۴۲۔ سورۃ الاسرآء، ۱۷: ۷۲
۴۳۔ بحوالہ مظفر حسین : سائنس کی دینیات، ، آل پاکستان اسلامک ایجوکیشن کانگرس ملتان روڈ لاہور، ص ۱۸۴۔ ۱۸۵
۴۴۔ مولانا شہاب الدین ندوی : اسلام کی نشاۃ ثانیہ، مجلس نشریات اسلام، کراچی، ۱۹۸۳، ص ۲۷۹۔ ۲۸۱
۴۵۔ ایضاً، ص ۴۴۸
۴۶۔ ایضاً، ص ۲۵۹
۴۷۔ ایضاً، ص ۲۶۵
۴۸۔ ایضاً، ص ۲۶۶
۴۹۔ سورۃ النحل، ۱۶: ۱۳، ۱۲، ۱۱، ۶۵، ۶۴، ۶۹، ۶۷
۵۰۔ سورۃ الجاثیہ، ۴۵: ۶، ۵، ۴، ۳
۵۱۔ سورۃ محمد، ۴۷: ۲۴
۵۲۔ سورۃ آل عمران ۳: ۱۹۰، النحل ا، ۱۳، ۱۲، ۱۱: ۱۶، ۶۵، ۶۴، ۶۹، ۶۷۔
۵۳۔ ڈاکٹر فاطمہ اسماعیل مصری : قرآن اور عقل، (مترجم : ڈاکٹر عبید اللہ فہد فلاحی)، دار التذکیر، اردو بازار، لاہور، ر ۲۰۰۳ء، ص ۱
۵۴۔ ابو داود السجستانی : سنن ابی داود، کتاب الزھد، دار المشکاۃ للنشر والتوزیع، ۱۹۹۳ء، ج ۱، ص ۱۱۵
۵۵۔ ظفر الاسلام : قرآن کریم اور عقلی استدلال، قرآن اور سائنس، مشتاق بک کارنر لاہور، ۲۰۰۳ء، ص ۹۵
۵۶۔ بحوالہ تفسیر ابن کثیر، قدیمی کتب خانہ، کراچی، ج ۱، ص ۱۵۷۔